پیش آنے لگی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کھجور باقی ہیں، آپ برکت کے لئے دعا فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو کھجور بڑھ گئے اور پانی کا ایک پیالہ لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ہاتھ رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی بہنے لگا۔ تمام لشکر نے پانی پیا، جانوروں کو بھی پلایا گیا، اور مشک، برتن وغیرہ بھی بھر لئے گئے۔

دلوں سے جان کی پرواہ نکال دو، گھر کی پرواہ نکال دو، اور اس کے بعد یوں کہو دما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی اللہ ۔ یہ اخلاص ہے، اور جب یہ آجائے گا کہ دوسروں کی خیر خواہی کے لئے اپنے جان و مال کو جھونکیں گے۔ اور آخرت میں بدلہ چاہیں گے، اللہ پر یقین آجائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ دین کو چمکائیں گے۔

"دیوبند کے قیام کی برکت تھی کہ انگریزوں سے نفرت میں (جس کے جراثیم میرے اندر موروثی موجود تھے) شدت پیدا ہوئی بعد میں اس میں اتنا اضافہ ہوا کہ ایک انگریز نہیں سارا یورپ ہی اس وقت کفر و مادیت کا علمبردار ہے۔ اور اس کے زوال کے بغیر دین و اخلاق کا عروج اور اسلام کی دعوت کا پھلنا پھولنا مشکل ہے۔ یہ صرف کسی ایک حکومت اور کسی ایک ملک کی غلامی کا سوال نہیں۔ سوال ایک پوری تہذیب ایک مستقل نظام فکر اور ایک عالمگیر دعوت کا ہے۔ جو پیغمبروں کی لائی ہوئی تعلیمات اور ان کے نتائج و اثرات کے بالکل ضد واقع ہوئی ہے۔ وہ کیا وقت اور ماحول تھا جس میں حضرت موسیٰ نے بڑے اضطرار سے یہ دعا کی تھی ربنا انک آتیت فرعون وملأہ زینۃ واموالاً فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم (الآیۃ) یہ بات یورپ کے عالمگیر اقتدار اور اس کی سحر انگیز ترقی ہی کو دیکھ کر سمجھ میں آئی۔ انگریز مشرق میں اپنی لادین و مادہ پرست یورپ کا ایک کامیاب ایجنٹ تھا، اور ہم اہلِ مشرق کو سب سے پہلا اور سب سے بڑا واسطہ اسی سے پڑا اس لئے اس سے ہماری نفرت بالکل قدرتی امر ہے۔ لیکن الکفر ملۃ واحدۃ۔ ع این خانہ تمام آفتاب است اس تہذیب اور اس دعوت کے علمبردار امریکہ اور روس اور خود ایشیا کے وہ لادینی ممالک اور ریاستیں ہیں، جنھوں نے یورپ کے نظام فکر اور نظام حیات کو پورے طور پر اپنا لیا ہے۔ نیز یورپ سے عالم اسلامی کو جو دینی، ایمانی، اخلاقی، نقصان پہنچا ہے۔ وہ ان مادی نقصانات سے بڑھ کر جو غیر ملکی حکومت سے ان ممالک کو پہنچا ہے۔ بہر حال انگریز سے یہ مخصوص نفرت بھی قابل قدر چیز تھی اور اس میں شبہ نہیں کہ اس میں ماحول مولانا (حسین احمد مدنی) کی صحبت اور مطالعہ کو خاص دخل تھا۔"

مولانا ابوالحسن علی ندوی

(مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم)